۲۸

یوم التبلیغ کے خوش کُن نتائج

(فرمودہ ۳ - نومبر ۱۹۳۳ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

گزشتہ سے پیوستہ اتوار کو جو ہمارا یوم التبلیغ تھا- جہاں تک اس کے متعلق رپورٹیں موصول ہوئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جن جن جماعتوں نے تبلیغ کی طرف توجہ کی ہے خداتعالیٰ کے فضل سے انہیں خاص طور پر کامیابی حاصل ہوئی ہے- جماعتوں میں ایک نئی بیداری پیدا ہوگئی ہے اور تبلیغ کا ایک نیا جوش ان میں معلوم ہوتا ہے- پھر تبلیغ کرنے کیلئے جو دوست اپنے شہر کے لوگوں سے ملے یا باہر کسی گاؤں میں گئے، ان سے یہ بھی پتہ لگا ہے کہ بہت سی طبائع احمدیت کی طرف مائل ہیں- خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ تو ہماری جماعت کی طرف بہت راغب ہے- ہمارے کئی دوست مخالفوں کی مخالفت دیکھ کر گھبراجایا کرتے ہیں- اگر انہوں نے بھی اس دن تبلیغ کی ہو اور اس کے نتیجہ میں ان کے بھی وہی تأثرات ہوں جو میں نے بیان کئے ہیں تو انہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ مخالفت کوئی بُری چیز نہیں بلکہ اچھی چیز ہے-

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں نیکی رکھی ہے- اور بُرے سے بُرا کام کرتے وقت بھی نیکی اس کے ساتھ رہتی ہے- رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں- جب کوئی مومن گناہ کرتا ہے تو ایمان نکل کر اس کے سر پر چھا جاتا ہے اور گناہ ختم ہونے پر پھر اس میں داخل ہوجاتا ہے[1]- اس کے معنی یہی ہیں کہ انسان کی نیکی اس سے جُدا نہیں ہوتی- عام طور پر جو لوگ ہماری جماعت کی مخالفت کرتے ہیں، وہ بھی ایک قدم نیکی کی طرف بڑھالیتے ہیں- مثلاً مخالفت کرنے

والا اگر دیانتدار ہو تو قدرتی طور پر اسے یہ خیال آتا ہے کہ میں ان لوگوں کی باتیں سنوں تاکہ انہیں جواب دے سکوں۔ اور جب وہ باتیں سنتا اور تردید کرنے کیلئے سلسلہ کا لٹریچر پڑھتا ہے تو آخر اس کا دل خودبخود احمدیت کی طرف مائل ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ اور اگر وہ غوروفکر سے لٹریچر پڑھتا رہے تو ایک دن احمدیت کا شکار ہوجاتا ہے۔

پس مخالفت ہمیشہ فائدہ بخشتی ہے۔ اور کبھی بھی مخالفت سے مومن کو گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ خوش ہونا چاہیئے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی غناء کو دیکھتے ہوئے دل میں خشیت رکھنی چاہیئے۔ ڈر اور چیز ہے اور خشیت اور چیز۔ ڈر ہمیشہ بزدلی پر دلالت کرتا ہے مگر خشیتِ الٰہی ایمان پر دلالت کرتی ہے۔ پس بزدلی نہ ہو لیکن خشیت اللہ ضرور ہونی چاہیئے۔ اس دفعہ دوستوں کے تجربہ سے ظاہر ہوا ہے کہ باوجود لوگوں کی شدید مخالفت کے اور باوجود اس کے کہ مولویوں اور دوسرے لوگوں نے مسلمانوں کو اُکسایا اور جوش دلایا۔ یہاں تک کہ بعض جگہ یہ بھی امید نہیں تھی کہ شہر کے کسی محلّہ میں کوئی شخص ہماری بات سن سکے۔ پھر بھی لوگوں نے نہایت ہی توجہ اور انہماک سے ہماری باتیں سنیں بلکہ بعض نے چائے وغیرہ سے خاطر تواضع کی اور بڑی محبت سے باتیں سنیں۔ سَو میں سے ایک مثال اس قسم کی پائی جاتی ہے کہ لوگوں نے مخالفت کی اور ننانوے مثالیں ایسی ہیں کہ لوگوں نے غیرمتوقع طور پر ہماری باتوں کو سنا اور اقرار کیا کہ جب آپ اس ارادہ سے آئے ہیں کہ ہمیں اپنی باتیں سنائیں تو آپ کی مخالفت کرنا فضول ہے۔ غرض اس دفعہ کے یوم التبلیغ سے تین باتیں ثابت ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ قرآن مجید کی یہ بات بالکل سچی ہے کہ فطرتِ انسانی میں نیکی رکھی گئی ہے۔ ورنہ جس رنگ میں ہماری مخالفت شروع کی گئی تھی اگر اسی طرح کی تمام لوگوں کی ذہنیت ہوتی تو نہ معلوم کس قدر فساد ہوتا۔ مگر چونکہ فطرتِ انسانی نیک ہے اس لئے تمام لوگ مشتعل کرنے والوں کے دھوکا میں نہیں آتے۔ بلکہ سمجھتے ہیں کہ باتیں سننے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اچھی بات ہوئی تو قبول کرلیں گے نہیں تو رد کردیں گے۔ پس ایک تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ قرآن کریم نے جو یہ فرمایا ہے کہ فطرتِ انسانی نیک ہے۔ ہمارے مشاہدہ نے بھی اس کی تصدیق کرکے ہمارے دلوں کو مطمئن کردیا ہے۔ ایمان تو پہلے ہی مضبوط تھا لیکن جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا۔ خدایا! تو مُردے کس طرح زندہ کرے گا؟ اور کہا تھا کہ اس پر میرا ایمان تو ہے لیکن میں اس لئے سوال کرتا ہوں کہ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي [۲] تا مجھے مزید اطمینان ہوجائے۔ اس طرح ہمارا

قرآن مجید کے اس بیان کردہ اصل پر ایمان تو تھا لیکن ہمیں اطمینان بھی حاصل ہوگیا- اور معلوم ہوگیا کہ یہ قانون ہمارے لئے بھی جاری ہے- دوسری بات ہمیں یہ معلوم ہوئی ہے کہ مخالفتیں جب وہ حق کے مقابلہ پر ہوں ایسا اثر نہیں رکھتیں کہ کامیاب ہو جائیں- مخالفت ہمیشہ اُسی وقت کامیاب ہوا کرتی ہے جب وہ جھوٹ کے مقابل پر ہو- ورنہ حق کے مقابل پر مخالفت کوئی حقیقت نہیں رکھتی- تیسری بات ہمیں اس سے یہ بھی معلوم ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو وہ دلائل عطا فرمائے ہیں جن کا مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہیں- بیسیوں مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ ہماری جماعت کے اَن پڑھ لوگ تبلیغ کے لئے نکلے- اور مخالف مولویوں کا انہوں نے اس طرح مقابلہ کیا کہ لوگوں کو تسلیم کرنا پڑا کہ ان کے مولوی جواب دینے سے عاجز رہے ہیں- مزید فائدہ یہ بھی ہوا ہے کہ جن لوگوں نے کبھی تبلیغ نہیں کی تھی، انہیں بھی تبلیغ کی طرف توجہ پیدا ہو گئی- اور یہ معلوم ہوا کہ بہت سی طبائع احمدیت کی طرف مائل ہیں- اگر ہم تواتر سے اس اثر کو قائم رکھیں تو تعلیم یافتہ طبقے کا بیشتر حصہ بہت جلد احمدیت میں داخل ہو جائے گا- نہ صرف اس دفعہ بلکہ ہر دفعہ کے یوم التبلیغ سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ طبائع احمدیت کی طرف مائل ہیں- نقص صرف یہ ہے کہ انہیں پوری طرح پیغام پہنچایا نہیں گیا- یا اس طریق پر پہنچایا نہیں گیا جس سے فائدہ حاصل ہو- عموماً لوگ اس طرح تبلیغ کرتے ہیں کہ محلے کے لوگوں کو باتیں سنانی شروع کر دیں- مگر اس طرح بہت کم کرتے ہیں کہ کسی تعلیم یافتہ محنتی اور بارسوخ آدمی کے پاس جائیں اور اسے تبلیغ کریں- عام طور پر ان کا سارا زور ایسے ہی لوگوں کو تبلیغ کرنے پر صرف ہو جاتا ہے جن کی غرض تحقیق حق نہیں ہوتی بلکہ محض بحث کرنا ہوتی ہے- اور ان کا مسلمان بنانے کا سارا زور شیطانوں پر صرف ہوتا ہے- ان لوگوں پر خرچ ہوتا ہے جن کو چھیڑخانی اور بحث کی عادت ہوتی ہے- پس وہ سارا دن ان سے باتیں کرتے رہتے ہیں اور شام کو جب گھر واپس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے خوب تبلیغ کی- حالانکہ جن سے وہ بحث کرکے آئے ہوتے ہیں وہ شیطان کے چیلے ہوتے ہیں- اور ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ ہمارے ساتھ بحث میں اُلجھے رہیں تا ایسے لوگوں کے پاس نہ جاسکیں جو سعادت کا مادہ رکھتے ہیں-

پس چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے حلقہ سے بچ کر ان لوگوں کے پاس پہنچا جائے جو حق کے متلاشی ہوتے ہیں- اور خصوصاً ایسے لوگوں سے ملنا چاہیئے جو اپنے اپنے حلقہ میں اثر رکھتے

ہوں- جب تک اس رنگ میں تبلیغ نہ کی جائے گی اثر نہ ہوگا یوں تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کا ایک چھینٹا برسایا ہے اور لوگ آپ ہی آپ احمدیت میں داخل ہوتے رہتے ہیں- لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اصولی طور پر ابھی ہماری جماعت نے بہت کم تبلیغ کی ہے- عام طور پر ان کی وہی مثال رہی ہے کہ جیسے کوئی شکاری تیر چلائے اور اس کا ہر تیر خطا جائے- مگر اتفاقاً کوئی شکار کو بھی جالگے اور وہ گر پڑے- اب تک نشانے پر پہنچنے والے تیر بہت کم چلائے گئے ہیں- اس لئے سوچنا چاہیئے کہ اگر تیر خطا ہو کر اس قدر شکار کر سکتا ہے تو نشانے پر اگر تیر لگتے جائیں تو کس قدر شکار ہوں گے- لوگوں کی اس تعداد اور رفتار سے جو جماعت میں داخل ہو رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اتنا بڑا شکار جمع کر رکھا ہے کہ ہمارے تیر خالی ہو ہو کر بھی ہزاروں کو کھینچ لاتے ہیں- پھر اگر ارادہ عزم اور صحیح طریق کے ساتھ تیر چلائے جائیں تو کس قدر کامیابی ہوسکتی ہے- پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ اصولی طور پر تبلیغ کرے اور اپنی طاقت کو ضائع نہ کرے- باقی مخالفت کوئی ایسی چیز نہیں جس سے ہم گھبرا سکیں بلکہ مخالفت اگر سنجیدگی اور اخلاص سے کی جائے تو مخالفت کرنے والے میں کچھ نہ کچھ دین کی محبت ضرور ہوتی ہے- آج ہی مجھے تازہ ڈاک سے گالیوں سے بھرا ہوا ایک خط ملا ہے- اس کے پڑھنے سے صاف طور پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ لکھنے والے کے دل میں دین کی محبت اور اسلام کا درد ہے جس سے مجبور ہوکر اس نے خط لکھا- وہ خط راولپنڈی سے آیا ہے لیکن خداتعالیٰ نے انسان کی زبان ایسی بنائی ہے کہ اس کی وجہ سے بعض قومیں معلوم کی جاسکتی ہیں- اس خط کی زبان بھی ایسی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ہزارے کے علاقہ کا ہے- ہمارے ایک دوست جو آج کل عربی پڑھانے پر مقرر ہیں- اپنی طالب علمی کے زمانہ میں جب یہاں آئے تو اُس وقت میں حضرت خلیفہ اول سے پڑھا کرتا تھا آپ نے فرمایا میاں! ان کی زبان دیکھو- یہ "حا" کو ہمیشہ "خا" کہیں گے- اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نہیں بلکہ اَلْخَمْدُلِلّٰہِ کہیں گے- اس خط میں بھی کئی جگہ خنفیہ خنفیہ لکھا ہوا ہے- میں حیران ہوا کہ یہ کیا لفظ ہے- بعد میں معلوم ہوا حنفیہ کو خنفیہ لکھا گیا ہے- کیونکہ اس علاقہ کے لوگ "حا" کو "خا" بولتے ہیں- خط لکھنے والے نے دھمکی بھی دی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ خنفیہ جماعت کا کوئی آدمی آپ کو مارڈالے- برا بھلا بھی کہا ہے اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ اب جبکہ کئی آدمی ہندوؤں میں سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں آپ اسلام کے اندر ہوکر اس کے ساتھ کیوں دشمنی کر رہے

ہیں- اور گو خط سخت الفاظ میں لکھا ہے مگر صاف معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کے دل میں سنجیدگی پائی جاتی ہے- باقی لوگوں کا تجربہ بھی بتلاتا ہے کہ مسلمانوں میں اب سنجیدگی پیدا ہو رہی ہے- وہ بے شک گالیاں دیں گے مگر ایک قسم کی سنجیدگی اور متانت بھی ان میں نظر آئے گی- اور جو پہلے ان پر مُردنی چھائی ہوئی تھی' اس میں اب تغیر پیدا ہوگیا ہے- ایک گالی دینے والا شرارتی ہوتا ہے اور اس کی گالیاں اس کے دل کے بغض و کینہ کا آئینہ ہوتی ہیں- مگر ایک دوسرے کی گالیوں کا موجب بغض نہیں بلکہ محبت اور اصلاح ہوتی ہے- جیسے بعض ماں باپ غصہ میں اپنے بچوں کو کوستے اور گالیاں دیتے ہیں- اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ان کے دل میں بچہ سے بغض ہوتا ہے بلکہ انہیں غصے کی عادت ہوتی ہے- اور محبت کے نتیجہ میں وہ گالیاں دیتے ہیں- اس دفعہ یوم التبلیغ کے موقع پر بعض لوگوں نے یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ تبلیغ نہ کی جائے کیونکہ اس طرح فساد ہوگا اور گو انہوں نے میرے نزدیک خیر خواہی سے مشورہ دیا تھا اور اس روح کو ہم قابلِ قدر سمجھتے ہیں مگر اتنی غلطی ان سے ضرور ہوئی ہے کہ انہوں نے سمجھا سارے مسلمان ظفرعلی کی ٹائپ کے ہیں- دراصل جو شخص پاس ہو' اس کا انسان پر زیادہ اثر ہوتا ہے- چونکہ ان کے اردگرد ظفرعلی ٹائپ کے لوگ رہتے تھے' اس لئے انہوں نے خیال کرلیا کہ سارے لوگ ہی فسادی ہیں- حالانکہ ہمارے تجربہ نے بتادیا ہے کہ اب مسلمانوں کی حالت بدل چکی ہے- اور وہ مذہبی عقائد کے متعلق باتیں سننے کیلئے تیار ہیں- یہ بات اگر قائم رہے تو مسلمانوں کی ترقی کا موجب ہوسکتی ہے- دراصل ساری تباہیاں اختلاف کے برداشت نہ کرنے کی وجہ سے آتی ہیں-

پس علاوہ اس کے کہ اس طرح وہ ہماری باتیں سن سکیں گے اور اگر اللہ کا فضل شاملِ حال ہوا تو انہیں ہدایت حاصل ہوجائے گی- ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اس رنگ میں مسلمانوں میں اتحاد کی صورت پیدا ہوجائے گی- جب قوم کی یہ عادت ہو کہ وہ اختلاف کی باتیں نہ سن سکے' مخالف قوم کیلئے اس میں تفرقہ ڈالنا بہت آسان ہوتا ہے- کیونکہ تفرقہ بے جا جوش میں آجانے والے لوگوں میں ڈالا جاتا ہے- جس قوم میں سنجیدگی کے ساتھ باتوں میں امتیاز کرنے اور شرافت و سنجیدگی کے ساتھ باتیں سننے کا مادہ ہو' اس میں تفرقہ ڈالنا ناممکن ہوتا ہے- پس یہ بات علاوہ احمدیت کیلئے مفید ہونے کے مسلمانوں کے متعلق خوشخبری بھی ہے کہ ان میں اب یہ مادہ پیدا ہوگیا ہے کہ وہ دوسروں کی باتیں حوصلہ اور تحمل سے سن سکتے ہیں- اور

اب کوئی غیرقوم مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوسکے گی۔ تفرقہ اسی طرح پڑتا ہے کہ جب کسی مفسد کی کوئی بات سنی جائے تو جوش میں آکربغیر تحقیق کئے اسے درست مان لیا جائے۔ اور لٹھ لے کر دوسرے کے مقابل پرانسان نکل کھڑا ہو۔ لیکن اگر قلب میں سنجیدگی ہو جب کوئی بات بیان کرے تو کہے اچھا میں تحقیق کروں گا۔ اگر یہ بات کہی گئی ہے تو میں پوچھوں گا کہ کیوں کہی گئی۔ پھر اگر میرا قصور ہوا تو میں اپنی اصلاح کرلوں گا۔ اور اگر دوسرے کا قصور ہوا تو اسے ملامت کروں گا تو تفرقہ ڈالنے والا خاموش ہو کر چلا جاتا ہے۔ پس علاوہ اس کے مسلمانوں میں یہ مادہ پیدا ہونے سے ہمارے لئے سہولت ہوگئی ہے۔ مسلمانوں کی عام حالت کے لحاظ سے بھی یہ خوشخبری ہے۔ اور امید پڑتی ہے کہ اگر یہ مادہ ان میں ترقی کرتا گیا تو آئندہ فتنے ان میں نہیں اُٹھیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بہت جلد ترقی کرسکیں گے۔ مگر ہمارے لئے یوم التبلیغ اپنے اندر جو سبق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے راستہ کھول دیا ہے۔ اگر ہم توجہ کریں گے تو ترقی ہوگی اور اگر نہ کریں گے تو نہیں ہوگی۔ یہ یوم التبلیغ فرض ہے اور فرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ انسان خداتعالیٰ کا قُرب فرائض سے نہیں بلکہ نوافل سے حاصل کرتا ہے [۵]۔ خلیفۂ وقت نے جو کہا اور تم نے مانا وہ تو فرض ادا ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا قُرب نوافل سے ملتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرائض سے نوافل زیادہ رکھے ہیں۔ ظہر کے چار فرض ہیں۔ مگر آٹھ سنتیں اور نوافل الگ ہیں۔ عصر کے ساتھ یوں تو سنتیں نہیں مگر نوافل کے طور پر چار رکعت پڑھ لی جاتی ہیں۔ مغرب کے وقت تین فرض، دو سنتیں اور دو نفل، عشاء کے وقت چار فرض، دو سنتیں، تین وتر اور پھر بیٹھ کر دو سنتیں ادا کی جاتی ہیں۔ صبح کی نماز کے وقت دو فرض اور دو سنتیں ہیں۔ مگر اس سے پہلے رات کو تہجد کے وقت آٹھ رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں۔ اور اگر اشراق کو شامل کرلیا جائے تو دو نفل وہ ہوجاتے ہیں۔ گویا پینتیس (۳۵) رکعت نوافل رکھے گئے ہیں۔ اور یہ بھی وہ جو مسنون ہیں ورنہ ان کے علاوہ بھی عبادت کرنے کا حکم ہے۔ اس کے مقابلہ میں سترہ (۱۷) رکعت فرائض ہیں۔ گویا نوافل دُگنے سے بھی زیادہ ہیں۔ پھر فرض کی تو تعداد مقرر ہے مگر نفل کی حد ہی نہیں۔

پس جب نوافل سے قُربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے تو مقامی طور پر ہر جماعت کو ہمیشہ تبلیغ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی اپنی جگہوں پر ہفتہ وار، پندرہ روزہ

یاماہوار تبلیغ ڈے مقرر کرکے خودبخود تبلیغ کیا کریں۔ اس طرح ثواب بھی ہوگا اور لوگوں کو ہدایت بھی ہوگی۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا تھا کہ یوم التبلیغ بڑھادیئے جائیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بجائے فرض میں زیادتی کرنے کے نوافل میں زیادتی کرنی چاہیئے۔ اور یہ اسی طرح ہوسکتی ہے کہ تمام جماعتیں اپنی اپنی جگہوں پر ایک تبلیغ ڈے۔ پندرہ روز یا مہینہ کے بعد مقرر کرکے تبلیغ کیا کریں۔ کیونکہ فرض تو سب پر عائد ہوتا ہے اور نوافل ہر شخص علیحدہ علیحدہ اپنی طاقت اور اپنے شوق کے مطابق ادا کرسکتا ہے۔ پس جماعتوں کو نفلی یوم التبلیغ مقرر کرنے چاہئیں بلکہ افراد بھی اپنی سہولت کے مطابق پندرہ روزہ تبلیغ ڈے مقرر کرسکتے ہیں۔ اگر اس طرح تمام جماعتیں اور افراد اپنے اپنے طور پر یوم التبلیغ مقرر کرکے تبلیغ کرنے لگ جائیں تو خداتعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کے بہتر سے بہتر نتائج پیدا ہونے لگ جائیں گے۔

(الفضل ۹۔ نومبر ۱۹۳۳ء)

۱؎ ترمذی ابواب الایمان باب لا یزنی الزانی و ھو مؤمن

۲؎ البقرۃ:۲۶۱

۳؎ بخاری کتاب الرقاق باب التواضع